رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض بجا لانیوالا اکیلا اخبار

نور

ضوابط

چندہ سالانہ خواص سے ... ؎

" ششماہی ... ؎

" اسباد ... ؎

" غیر ممالک " ... شلنگ

جلد ۵ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سردار سنگھ [illegible] قادیان [illegible] ستمبر [illegible] نمبر

شذرات

خوشخبری ۔ حضرت نے نور کے شروع ہونے کی خبر پاکر جو از راہ کرم دفتر دعوۃ التبلیغ کو ایک سو پرچہ خریدنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ سو یہ خبر طمانیت سے سنی جائے گی۔ کہ ۲۲ جولائی کو دفتر موصوف نے سو پرچہ کی قیمت عطاء فرمادی ہے۔ اب یہ نور کا سو پرچہ سکھ شوقینوں کے نام مفت جاری کیا جائے گا۔ سو سچی سکھ دوست جلد درخواست کریں جنکی درخواستیں پہلے آئیں گی۔ انہیں ترجیح رہے گی۔ نور کے ناظرین اور احمدیہ انجمنوں کے پریذیڈنٹ و سکرٹری صاحبان خواہشمند سکھوں کی درخواستیں جلد بھجوادیں۔

کس قدر دوستوں نے فرض ادا کیا؟ ۔ دفتر دعوۃ التبلیغ کے ایک سو خریدار نور کو زیادہ دیر کے لئے خطرہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ جب نور کے اجراء و بقاء کا سوال حضرت کے سامنے آیا۔ تو حضور نے جہاں ایک طرف دفتر دعوۃ التبلیغ کو ایک سو خریدار کی قیمت دینے کیلئے ارشاد فرمایا۔ وہاں دفتر موصوف کے ناظر صاحب کو یہ بھی فرمایا۔ کہ انجمنوں کے سکرٹریوں سے خط و کتابت کرکے جلد سے جلد دو ماہ تک نور کے لئے دو سو خریدار مہیا کئے جائیں۔ میرا خیال ہے کہ دفتر موصوف کو توجہ ہوگی مگر میں نے اپنے طور پر دوستوں کو نور کی توسیع اشاعت کے لئے جوابی کارڈ لکھے ہیں جن پر علاوہ محنت کے للعہ خرچ آئے۔ اس وقت تک ۲۵۰ میں سے جس قدر دوستوں نے اپنا فرض ادا کیا۔ ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) بابو سراج الدین صاحب ایک خریدار کی قیمت اپنے ذمہ لیتے ہیں (۲) ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب ایک خریدار (۳) شیخ محمد شفیع صاحب سب انسپکٹر پولیس دو خریدار (۴) منشی فتح محمد صاحب ہیڈ ماسٹر ایک خریدار۔ (۵) جناب خانصاحب غلام حیدر خان صاحب پنشنر تحصیلدار جب حضرت مسیح موعود جہلم تشریف لے گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے خان صاحب موصوف کو حضرت مسیح موعودؑ کی خاص طور پر خدمت کی توفیق عطاء فرمائی تھی۔ خانصاحب موصوف شروع اجراء نور سے ہی نور کے خاص الخاص ہمدردوں میں سے رہے ہیں۔ اب ایک خریدار دینے کے علاوہ تین خریداروں کی قیمت خود اپنی جیب سے عطا فرماتے ہیں۔ (۶) شیخ کرم بخش صاحب ایک خریدار۔ (۷) جناب مولوی فضل الٰہی صاحب ایک خریدار کی قیمت۔ (۸) جناب محمد احسان الحق صاحب ایک خریدار کی قیمت۔ (۹) جناب سید عبد اللہ شاہ صاحب۔ ایک خریدار (۱۰) جناب ابو عبد الرحمٰن صاحب ایک خریدار۔ اور ایک خریدار کی قیمت اپنی گرہ سے۔ (۱۱) جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب عہ (۱۲) جناب نواب محمد عبد اللہ خان صاحب عہ گویا ۲۵۰ میں سے اس وقت تک ۱۲ دوستوں نے اپنا فرض ادا کیا۔ ابھی ۲۳۸ دوستوں کی طرف یہ فرض جوں کا توں قائم ہے۔ اگر دوست نور کو زندہ دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ تو بقیہ دوست بھی جلد توجہ فرماویں۔ میں آپ سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ صرف پچاس خریدار۔ اگر دوست ہمت کریں۔ تو یہ تعداد صرف ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی پوری ہو سکتی ہے۔ نور کے وہ کونسے خریدار ہوں گے۔ جن کے ایک دو دوست نہ ہوں۔ پھر وہ کون سے دوست ہوں گے جنہیں نور کی خریداری کے لئے کہا جائے۔ تو وہ انکار کر دیں۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نور کو موجودہ قلیل بلکہ اقل اشاعت کے فکر سے آزاد کر دیں۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں شیخ محمد یوسف پبلشر کے لئے قادیان سے شائع ہوا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ نو رسکھوں اور آریوں میں تبلیغ کیلئے اس قدر مفید لٹریچر بذریعہ اخبار دوستوں کو مہیا کر دے گا۔ کہ جسے پڑھکر دوست تو دوست دشمن بھی خوش ہوں گے۔ میں اُنکے اشتیاق کا دیکھوں گا۔ کہ کس قدر دوست اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے آگے قدم بڑھاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ۲۹ جولائی ۱۰ بجے بخیریت پورٹ سعید پہنچ گئے۔ دوست صبح و شام حضرت کی صحت اور کامیابی کے لئے درد دل سے دعا کرتے رہیں۔

دوست توجہ کریں۔ جن دوستوں کو ۱۵ روزہ بشیر کے اجراء کی اطلاع دی گئی تھی۔ ان کے نام وی پی ارسال کئے گئے۔ وہ وصول فرما کر اپنے اخلاقی و مذہبی فرض کا ثبوت دیں۔ اگر کسی صاحب کو وی پی کے وصول کرنے میں کوئی عذر ہو۔ تو وہ ڈاک خانہ میں دس روز بمد امانت رکھ کر دفتر نور سے بذریعہ خط و کتابت اپنا اطمینان کر سکتے ہیں۔

عرب میں ویدک دھرم پرچار کی تیاری

اس عنوان کے ماتحت پرکاش اپنے ۱۶ جولائی کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ

"عرب میں ویدک دھرم پرچار کے لئے پنڈت کالی چرن جی ایڈیٹر مسافر آگرہ نے ستیارتھ پرکاش یجر وید۔ اور چند سماجک ٹریکٹ عربی زبان میں تیار کر دئے ہیں۔ وہ اور بھی بہت سا سماجک لٹریچر بشرط ضرورت اس بھاشا میں تیار کر سکتے ہیں۔ عراق عرب کی سماجوں کو چاہیئے۔ کہ وہ پنڈت جی سے عربی کا سماجک لٹریچر منگوا کر اس علاقہ میں تقسیم کریں۔ یا کم قیمت پر فروخت کریں۔ غرضیکہ جسطرح بھی ہو سکے۔ وہاں کے گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کا یتن کریں"

یہ نوٹ نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے خطرہ کا الارم ہے۔ میں نے سنہ ۱۹۱۸ء میں ہندی اور سندھی میں کئی ہزار ٹریکٹ چھپوائے۔ مگر دوستوں نے توجہ نہ کی۔ پھر ماہواری ٹریکٹوں کا سلسلہ جاری کیا۔ مگر دوستوں کی بے پرواہی کا وہی عالم رہا۔ آخر مجبوراً یہ مفید سلسلہ بند کرنا پڑا۔ حالانکہ دوسرے مذاہب و اقوام ٹریکٹوں پر ہزاروں چھوڑ لاکھوں صرف کر رہی ہیں۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ بلاشبہ تبلیغ اور اشاعت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اگر دوست ساتھ دیں۔ تو میں اب بھی اس مفید سلسلہ کو جاری کر سکتا ہوں۔ کیا اس خطرہ کا الارم بھی دوستوں کی آنکھیں نہیں کھولے گا؟

اسلام ایک مخالف کی نگاہ میں

عربی کی ایک مشہور ضرب المثل ہے۔ کہ

الفضل ما شهدت به الاعداء

یعنی دشمن کی شہادت سب سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

مشہور مخالف اسلام پادری زویمر نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں جدید عالم اسلام پر ایک لیکچر دیا۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جج آنریبل سر اے۔ شاہ عالم جلسہ کے صدر تھے۔ ڈاکٹر زویمر نے آغاز تقریر میں بیان کیا۔ کہ یہ انکی خوش قسمتی ہے۔ کہ وہ ایسے جلیل القدر مجمع میں ایک ایسے دن تقریر کرنے لگے ہیں جس دن کہ ایک سو پچاس برس کا عرصہ گذرا ہے۔ کہ امریکہ نے مساوات ملل و اقوام عالم کا چیلنج دیا۔ اور جسے جدید عالم اسلام نے قبول کیا۔ کیونکہ اس کا جذبہ جمہوریت اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ وہ اسے قبول کرے "اسلام اتحاد کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اپنے متبعین کو تلقین کرتا ہے کہ وہ "کانهم بنیان مرصوص" سیسہ کی دیوار کی طرح ہو کر زندگی بسر کریں۔ اسلام جغرافی اتحاد کو نمایاں کرتا ہے۔" یہ پادری صاحب کی ایجاد ہے۔ اسلام جغرافیہ اتحاد کا قائل نہیں ہے مسلمانوں نے ساتوں سمندر عبور کرتے ہیں۔ اور وہ دنیا کے ہر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ شمالی امریکہ کے تجارتی مرکزوں میں ان کی آبادی گیارہ ہزار ہے جنوبی امریکہ میں ۲ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ آسٹریلیا میں ۲۰ ہزار۔ اور برٹش گائنا میں ان کی تعداد ۶۸۷۳۵۲۳۳ ہے۔ نئی دنیا نے اسلام

کرۂ ارضی کی کل آبادی کا ۱/۷ حصہ ہے۔

مقدس سرزمین عرب کے مشاہیر علماء و فضلاء و حکماء نے جس قدر علمی انکشافات کئے ہیں۔ اور جس قدر سائنٹیفک تحقیقات و معلومات سے دنیا کو بہرہ اندوز کیا ہے۔ آج دنیا کو ان کی بدولت عرب کی سچی تصویر نظر آ رہی ہے۔ قرآن شریف کا ۲۵ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جس میں ۵ انگریزی میں۔ ۱۱ جرمنی میں اور ۶ اطالوی زبان میں قرآن شریف موجود ہیں۔ آج اسلام کا علم ادب اس طرح مبہم نہیں ہے۔ اس طرح سے دھندلاہٹ میں نہیں ہے جس طرح ایام سابقہ میں تھا۔ آج وہ سوز اور استعداد حیات سے بھرپور ہے۔ اور نئی زندگی سے ابھر رہا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریوں کا ناستک اور مسلمانوں کا فاسق

پرکاش اپنے ۱۳ جولائی کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ مولانا محمد علی کے مذہب میں ایک فاسق و فاجر شخص بھی مسلمان ہو سکتا ہے۔ لیکن ویدک دھرم کے سدھانت انوسار عورتوں کو اغوا کرنیوالا شخص آریہ نہیں کہلا سکتا۔

اسلامی اصطلاح میں فاسق وہ ہے جسکے عمل میں نقص ہو۔ مگر کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ محض پالیسی کی بنا پر بانی آریہ سماج وید کے منکر بلکہ ایک خدا کو بھی نہ ماننے والے شخص کو آریہ سماج کا ممبر بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ کیا سوامی شردھانند اور پروفیسر رامدیو نے بارہا اپنی تحریروں اور تقریروں میں یہ مدعا نہیں رکھ دیا۔ کہ ہمیں ایسے آریہ سماج کے ممبر اور سبھاسد معلوم ہیں۔ جو نہ ویدوں کو مانتے ہیں نہ ایشور کو۔ گویا آریہ سماج میں حکمت عملی کی بنا پر وید اور خدا کا منکر بھی نہ صرف آریہ سماجی بلکہ اسکا ممبر اور سبھاسد رہ سکتا ہے۔ اس لئے پرکاش کو دوسرے کے تنکے پر انگشت نمائی کرنے سے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنا چاہیئے۔

مبارک:- مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری جنہیں نور کے ساتھ شروع سے ہمدردی رہی ہے۔ آپ مولوی فاضل کے امتحان میں پنجاب بھر میں اول رہے ہیں جسکے لئے مولوی صاحب موصوف اور مدرسہ احمدیہ کا سٹاف بجا طور پر مستحق مبارک ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

استقبال قبلہ اور بت پرستی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مخالفین اسلام کی طرف سے منجملہ اور اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی اکثر کیا جاتا ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کا قبلہ رُخ ہو کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا ایک مخصوص مکان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی بت پرستی ہے۔ مگر ہمارے مخالفین کا یہ اعتراض بھی شل اور اعتراض کے اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ معمولی غور کرنے پر ہم کو واضح اور صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ استقبال قبلہ اور بت پرستی میں فرق نہ کرنا سراسر غلطی ہے۔

معزز ناظرین! "استقبال قبلہ اور بت پرستی" یہ الفاظ ہی بتا رہے ہیں۔ کہ تشبیہا ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کہاں استقبال قبلہ یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنا اور صرف خدا واحد سے اپنی حاجت روی کی درخواست اور تمام نماز میں ایسے الفاظ پڑھنا۔ ایسی دعائیں کرنا۔ کہ جن کا ایک ایک فقرہ ایک ایک لفظ ہم کو توحید کا سبق دے۔ اور کہاں بت پرستی کہ ایک بے جان چیز سے اپنی حاجات چاہنا۔ ایک بے حس و حرکت شئی سے جو کہ نہ ہماری بات کو سن سکتی ہے۔ اور نہ ہماری بات کا جواب دے سکتی ہے۔ رو رو کر دعا کرنا اور ایسے بتوں کو معبود بناتے ہوئے سجدہ کرنا جو اپنے سے ایک مکھی جیسی حقیر چیز کو بھی دور نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ وہ ہماری کسی درخواست یا التجا کو سنیں۔ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

نیت میں فرق:۔ پھر ہم ایک بت پرست اور موحد کی نیتوں کو دیکھتے ہیں۔ تو بھی یہ امر بالکل واضح اور عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ استقبال قبلہ میں بت پرستی ہرگز نہیں پائی جاتی۔ دیکھئے! ایک بت پرست جب ایک بت کی پوجا کرتا ہے۔ تو کیا نیت کرتا ہے؟ یہی کہ وہ اس کو معبود خیال کرتا ہے۔ اور یقین رکھتا ہے۔ کہ میں جو اس سے مانگونگا۔ جو دعا اور التجا کروں گا قبول ہوگی۔ اگر مال چاہونگا۔ تو وہ میسر ہوگا۔ جاہ و عزت کے لئے دعا کروں گا۔ تو وہ قبول ہوگی۔ غرضیکہ وہ بت پرست اپنے معبود کو ویسا ہی خیال کرتا ہے۔ جیسے ایک نمازی اپنی نماز و دعا میں خدائے واحد ذوالجلال جل شانہ کو خیال کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بت کا اس کی عبادت کرتا ہوا وہی رتبہ سمجھتا ہے۔ جو ایک مصلی اپنے معبود حقیقی کا جس کا کوئی شریک نہیں خیال کرتا ہے۔ تو دونوں نیات دیکھنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ استقبال قبلہ اور بت پرستی میں فرق نہ کرنا سراسر غلطی ہے۔

نماز کے الفاظ:۔ پھر ہم نماز کے الفاظ اور جو اس میں دعائیں کی جاتی ہیں۔ ان پر غور کرتے ہیں۔ تو بھی یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ استقبال قبلہ میں بت پرستی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ نماز کا فقرہ فقرہ لفظ لفظ توحید کا سبق سکھلاتا ہے۔ نماز سے پہلے جو اذان دیجاتی ہے۔ اسی پر غور کریں۔ تو کافی ہوگا۔ اذان کا پہلا جملہ ہی یہ ہے۔ اللہ اکبر۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے ایک مسلمان بلند آواز سے کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی تمام دنیا میں عظیم الشان ہستی ہے۔ اسکا کوئی ہمسر نہیں۔ اس جملہ کو چار مرتبہ دہرا کر کہتا ہے۔ کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ صرف خدا واحد کی ذات ہی قابل عبادت ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ کہتا ہے۔ کہ اشہد ان محمدا الرسول اللہ۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اس جملہ کو کلمہ توحید کے ساتھ اس لئے رکھا ہے۔ کہ تا کسی وقت ایسا نہ ہو۔ کہ بعض اور نبیوں کو جسطرح ان کی امتوں نے ان کے بعد خدا خیال کر لیا۔ اسی طرح محمد رسول اللہ کے متعلق ہو۔ پھر اذان کا آخری جملہ بھی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ تا کسی وقت یہ خیال و وہم تک بھی نہ کیا جائے۔ کہ قبلہ رخ اذان کہنے میں کسی قسم کی بت پرستی ہے۔ اب نماز کی طرف توجہ فرمائیں۔ اللہ اکبر کہہ ایک مسلمان نماز کو شروع کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ اگر نماز کے تمام الفاظ پر تحریر کرنا شروع کروں۔ تو طوالت کا خوف ہے۔ نمونتاً سورہ فاتحہ کو لے لیں۔ پہلی ہی آیت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ کہ میں شروع کرتا ہوں۔ اس ہستی کی برکت چاہتے ہوئے۔ جو کہ مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ ہے۔ تمام عیوب سے۔ بے محنت اور محنت کا پھل عطا کرنے والی ذات ہے۔ تمام خوبیوں کا مستحق وہی ایک خدا ہے۔ جو کہ تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین اے اللہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے مسلمان اللہ اکبر ہی کہتا ہے۔ غرضیکہ نماز کا ایک ایک لفظ توحید کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ آخر میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہوا دعا کو ختم کرتا ہے۔ جسکا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اے لوگو! میں تم سے علیحدہ ہو کر خدا کے حضور گیا تھا۔ اب واپس آیا ہوں۔ تو نماز اور اذان کے الفاظ بھی ہم کو یہی بتاتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان کو نماز پڑھتے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہوئے یہ خیال تک نہیں گذرتا۔ کہ میں کعبہ کو اپنا معبود خیال کرتا ہوں۔ اور اسی کی عبادت کر رہا ہوں۔ تو نماز کے الفاظ بھی ہم کو یہی بتاتے ہیں۔ کہ استقبال قبلہ میں بت پرستی کا شائبہ تک نہیں۔

حکمت استقبال قبلہ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر استقبال قبلہ سے مقصود بت پرستی نہیں۔ تو پھر اس امر میں کیا حکمت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو حکم دیدیا۔ کہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھو۔ تو واضح ہو۔ کہ جس طرح اللہ کریم باقی احکام میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ اسی طرح اس حکم میں بیشمار حکمتیں ہیں۔ عظیم الشان حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا سبق دیا۔ مسلمانوں کو ایک کامیابی کا طریقہ بتایا۔ اور سکھایا۔ کہ یاد رکھو کہ اگر تم میں اتفاق و اتحاد نہ ہوگا۔ تم ایک نہیں ہو۔ تم اپنے مقصد اور مدعا کو ایک ہو کر حاصل کرنے کی کوشش نہیں کیا کرو گے۔ تو یاد رکھو۔ ہرگز ہرگز دنیا میں کامیابی نہیں حاصل کر سکو گے۔ تم دشمن کے آگے بجائے غالب ہونے کے مغلوب ہو جاؤ گے۔ اگر تمام مسلمانوں کو ایک ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہ ہوتا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ ایک ہی مسجد میں چار مسلمان اگر مغرب کی طرف منہ کئے ہوئے ہیں۔ تو چند مشرق کی طرف۔

اگر کچھ شمال کی جانب منہ کرکے کھڑے ہیں ـ تو باقی جانب جنوب ـ گویا یہ عملی نمونہ ہوتا ـ اصحاب کاکہ مسلمان کوئی کام اکھٹے اور یکجا ہو کر نہ کریں ـ بلکہ متفرق ہو کر اپنی طاقت کو کم کریں ـ

ناظرین! آپ خود فرمائیں ـ کہ کیسی عظیم الشان حکمت ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں کی ترقی کا انحصار ہے ـ یہ علیحدہ امر ہے ـ کہ اس وقت مسلمان اس عملی نمونہ سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے ـ مگر عقل اصحاب کو ضرور تسلیم کرے گی ـ کہ استقبال قبلہ میں یہ عظیم الشان حکمت ہے کاش اس راز کو اس وقت ہمارے مسلمان بھائی سمجھیں اللہ تعالے ان کو توفیق دے ـ میں خیال کرتا ہوں ـ کہ میری اس قدر تحریر سے یہ امر واضح ہو گیا ہو گا ـ کہ استقبال قبلہ اور بت پرستی میں زمین و آسمان کا فرق ہے ـ استقبال قبلہ میں بت پرستی کا شائبہ تک نہیں ـ

مولوی عبد الکریم جالندہری ـ مولوی فاضل مبلغ ضلع جالندہر ارسنگھ پور

تغیر موسم اور پرندے

صرف بلی ہی ایک ایسا جانور نہیں جو بارش کی آمد کا پتہ دیتا ہے بہت سے دوسرے جانور بھی موسم کی تبدیلی سے پہلے اضطراب اور بیقراری ظاہر کرتے ہیں ـ بارش آنے سے پہلے گئی فول اور مرغ چیخنے لگتے ہیں ـ طوطے زور سے چلاتے ہیں ـ اور کبوتر اپنے گھونسلوں کو واپس آجاتے ہیں ـ طوفان کے آنے سے قبل سارس ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں ـ اور افسوس زدہ آواز میں چلاتے ہیں ـ ایک پرانی ضرب المثل ہے ـ کہ بارش سے پہلے شتر مرغ ریت میں اپنا سر چھپا لیتے ہیں ـ اور بہت سے دیہاتی باشندے مرغیوں کو اکٹھی ہوتی اور پر جھاڑتی دیکھ کر برساتی کپڑے پہن لیتے ہیں جب بطخیں جھیل میں ادہر ادہر اڑیں ـ اور پانی کو کثرت سے اپنی پیٹھ پر ڈالیں ـ تو سمجھ لینا چاہیئے ـ کہ بارش کی آمد ہے ـ جب چنڈول زیادہ بلندی پر اڑے ـ تو موسم صاف رہتا ہے ـ اور جب ابابیل شام کے وقت بجائے زمین کے ہوا میں کیڑوں کا تعاقب کرے ـ تب بھی موسم صاف ہی رہتا ہے ـ

اسلامی بہشت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین

یعنی کوئی نیکی کرنے والا نفس نہیں جانتا ـ کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں ـ جو اس کے واسطے مخفی ہیں ـ یعنی ان نعمتوں کا دنیا میں نمونہ نہیں ہے جو انسانوں کو موت کے بعد ملنے والی ہیں ـ یہ تو ظاہر ہے ـ کہ دنیا کی نعمتیں مثلاً انار ـ انگور ـ دودھ ـ گھی ـ گوشت ہم کھاتے پیتے ہیں ـ اور ہر وقت انکا مشاہدہ کرتے ہیں ـ اس سے معلوم ہوا ـ وہ چیزیں اور ہیں ـ اور انکو ان سے صرف نام کا اشتراک ہے ـ پس جس نے بہشت کو دنیا کی نعمتوں کا مجموعہ سمجھا ـ اس نے قرآن مجید کا ایک لفظ بھی نہ سمجھا ـ

جس آدمی نے کبھی برف پڑتی دیکھی نہ ہو ـ اسکو سمجھانے کے لیئے اور برف پڑنے کا عجیب منظر اس کے دل و دماغ میں بٹھانے کے لیئے ہم اسکو بتلاوینگے ـ کہ برف دھنی ہوئی روئی کی طرح زمین پر گرتی ہے ـ مگر کیا یہ درست ہے ـ اور کیا روئی اور برف میں مشابہت قسمی یا مشارکت اسمی پائی جاتی ہے ـ ہرگز نہیں ـ بلکہ معلوم ہوتا ہے ـ کہ صرف تمثیل کے طور پر روئی کا نام لیا گیا ہے ـ اب اگر کوئی بیوقوف کہے ـ کہ تم نے برف کو روئی کیوں کہا ـ تو کون سلیم العقل اس کو دانا کہنے کو تیار ہو گا ـ

دراصل انسان کی جنت اور بہشت مکتی وغیرہ اسی میں ہے ـ کہ انسان خدا کی راہ میں کھویا جاوے ـ اور اپنی جان اللہ کے راستہ میں بیچ دیوے ـ اور خدا کی رضی کو مول لے لے ـ جیسا آیت ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد ـ سے ظاہر ہے ـ اس آرام کو لوگوں کے ذہن نشین کرانے کے واسطے اللہ تعالے نے دو قسم کے دلائل دیئے ہیں ـ (۱) پہلے جیسا کہ فرمایا ـ

بشر الذین آمنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا (بقرہ) یعنی بشارت دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ـ اور نیک عمل بھی کیئے ـ کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں ـ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالم آخرت میں ان درختوں کے ان پھلوں کو کھائینگے جو دنیا میں ان کو مل چکی ہیں ـ تو کہینگے ـ یہ تو وہ پھل ہیں ـ جو ہمیں پہلے بھی دیئے گئے تھے ـ کیونکہ ان پھلوں کو پہلوں کے مشابہ پاویں گے ـ یہاں پہلے پھلوں سے مراد دنیاوی پھل نہیں ـ بلکہ وہ پھل مراد ہے ـ جو عارفوں کو خدا کی محبت کے پھل اس دنیا میں بطور نمونہ کے کھلائے جاتے ہیں ـ ان کو وہ دیکھ کر کہینگے ـ کہ یہ تو ہم پہلے بھی کھا چکے ہیں ـ

(۲) دوسرے ساتھ ہی بتلا دیا ـ کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیھا انھار ـ یعنی وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جاویگا ـ اس کی مثال یہ ہے ـ کہ جیسے ایک باغ ہے ـ اس میں اس پانی کی نہریں ہیں ـ جو کبھی متعفن نہیں ہوتا ـ نیز اس میں اس دودھ کی نہریں ہیں ـ جسکا مزہ نہیں بدلتا ـ اور اس میں اس شہد کی نہریں ہیں ـ جو نہایت صاف ہے ـ جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں ـ اور ایسے شراب کی نہریں ہیں ـ جو سراسر سرور بخش ہے ـ جس کے ساتھ خمار نہیں ـ یعنی مثال کے طور پر ایسا خیال کر لو ـ

جنت سے کیا مراد ہے

جس طرح برف پڑنے کو سمجھنے کے لیئے روئی کا نام لینا غلط نہیں ـ اسی طرح بہشت وجود کے اطمینان کا نام ہے ـ) کے سمجھنے کے واسطے ان نعمتوں کا نام لینا غلط نہیں ـ

"جنت" کا ترجمہ "مخفی چیز" کا حواس ظاہری سے مخفی رکھنا ہے ـ "جنت" اس باغ کو کہتے ہیں ـ جس کے درختوں نے اس کی زمین کو ڈھانپ لیا ہو ـ لفظ "جنت" صرف باغ کے معنی میں بھی قرآن شریف میں آیا ہے ـ اور بہشت کو بھی "جنت" کہا ہے ـ یا تو اس لیئے کہ اسکو دنیا کے باغوں سے تشبیہ دی ہے ـ اور بہشت کا نقشہ جو قرآن کریم نے کھینچا ہے ـ وہ گویا بطور مثال کے ہے ـ جیسے میں بیان کر چکا ہوں ـ اور یا اس لیئے کہ جنت کی نعمتیں حواس ظاہری سے مخفی رکھی گئی ہیں ـ جیسے لفظ "جن" کے اصل معنی سے معلوم ہوتا ہے ـ بہرحال یہ ثابت شدہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سمجھاتی ہے۔ کہ قرآن کریم نے بہشت کو مجسم قرار نہیں دیا۔ اور جو کچھ بھی فرمایا ہے۔ بمثال کے طور پر فرمایا ہے۔

جب اہل اسلام کی طرف سے بہشت کی بابت یہ عقیدہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو پھر بھی بہشت کو ظاہر پر محمول کرنا جہاں معترض کی علمیت کا پردہ اٹھا دیتا ہے۔ وہاں ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے۔ کہ بعض ضدی لوگ اسقدر تعصب میں غرق شدہ ہیں۔ کہ باوجود معقول جواب دینے کے بھی اندھا دھند اعتراضات بیہودہ پیش کرتے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان بوسیدہ اعتراضات کا کئی دفعہ قلع قمع کیا جا چکا ہے۔

کیا نجات سنسکرت لفظ ہے

اس تمہید کے بعد میں آریہ مسافر کے ایڈیٹر کے اعتراضات کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جو اپنے رسالہ ماہ جون میں "اسلامی بہشت" پر نقطہ چینی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "اگرچہ نجات لفظ عربی زبان کا سمجھا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت یہ اپنی اصل ماتا سنسکرت کی گود سے بچھڑا ہوا ہے۔" (اسلامی بہشت کی حقیقت صفحہ ۱)

اسکے جواب میں ہم صرف اسقدر کہنا چاہتے ہیں۔ کہ تاریخ اس بات کی گواہی نہیں دیتی۔ کہ سنسکرت جیسی "عالمگیر" بولی کبھی اپنی ماتا "بھارت ورش" سے نکل کر غیر ملکوں میں بھی مروج رہ چکی ہے۔ جب تک اس بات کا ثبوت نہ دیا جاوے۔ اس دعوٰی بے دلیل کو کوئی جاہل سے جاہل بھی ماننے کو تیار نہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ لکھتے ہیں۔ کہ

"اب ہر ایک کو اختیار ہے۔ کہ ہماری کتاب منن الرحمٰن کے چھپنے پر اگر ممکن ہو۔ تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے۔ .... اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں۔ کہ یہ خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے۔ کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے کمالات وغیرہ چھپے ہوئے ہوں۔ جو انہیں کو معلوم ہوں جو ان زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب (منن الرحمٰن) کے ساتھ ۵۰۰ روپیہ کا انعامی اشتہار بھی شائع کر دیا ہے۔" (اشتہار ۱۵ جون ۱۸۹۵ء) مگر سنسکرت کو عالمگیر ماننے والے آریہ آج تک اس انعام کو وصول نہ کر سکے۔ اور بات کو ٹلانے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ کہ انعام مقرر کرنا بھی ایک قسم کا فریب ہے۔ انکو چاہیئے کہ ایک آدھ انعام وصول کرکے اس فریب کو طشت از بام کر دیں۔

(۲) آگے چل کر صفحہ ۲ پر ایڈیٹر مذکور لکھتا ہے۔ کہ "اسلام کی نجات کا معراج بہشت تک ہے۔ اور قرآن اس کی مختلف تفاسیر۔ اور احادیث کو جتنا غور سے مطالعہ کیا جاوے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بہشت کا جو نقشہ قرآن پیش کرتا ہے۔ وہ فرضی من گھڑت سیاکچی اور مذہب کی نقل اور محمد صاحب کی اپنی طاقت کا نتیجہ ہے" ہاں واقعی انسان کا نصب العین اور مقصد بہشت ہے۔ زمانہ بعد الموت کو قرآن شریف سے بڑھکر کوئی کتاب پیش نہیں کرسکتی اور یہ خیال کہ تفاسیر اور احادیث اس کے مطابق نہیں۔ غلط فہمی اور بے علمی سے پیدا ہوا ہے۔ کوئی ایسی حدیث مسلمان نہیں مانتے۔ جو قرآن کریم کے خلاف ہو۔ اور تفاسیر تو صرف مفسر کی اپنی رائے ہے۔ اس لئے کوئی تفسیر قرآن کریم پر حکم نہیں۔ قرآن شریف وہ سچائی ہے جسکا مقابلہ تیرہ سو سال سے کوئی نہیں کر سکا۔ مگر پھر بھی متعصب معترض اپنی آنکھ بند کرکے "فرضی" اور "من گھڑت" لکھتا ہے۔

روح کیا چیز ہے

(۳) پھر لکھتا ہے کہ حضرت رسول کریم کو روح کا علم نہ تھا۔ مگر اسکو معلوم نہیں۔ کہ روح کی فلاسفی قانون قدرت کے مطابق وہی ہے۔ جو "من امر ربی" (یعنی روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ مطلب یہ کہ مخلوق اور حادث ہے۔ غیر مخلوق اور انادی نہیں۔) سے ظاہر ہے۔ اگر وید اس سے زیادہ روح کی ماہیت پر روشنی ڈال سکتے۔ تو ہندوؤں کا کثیر حصہ روح کو غیر مخلوق نہ مانتا۔ تشریح اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ کسی چیز کا پیدا کرنا اس چیز کے کامل علم پر منحصر ہے۔ اور آریوں کا پرمیشور چونکہ روح کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے اسکا علم روح کامل نہیں۔ اور جب اسکا اپنا علم کامل نہیں۔ تو وہ اور کسی کو بھی علم نہیں دے سکتا۔

پس یہ الزام عدم علم روح کا جو محض عناد کی راہ سے آریہ ایڈیٹر آنحضرت صلعم پر لگاتا ہے۔ وہ درحقیقت آریوں کے پرمیشور اور اس کے وید پر عائد ہوتا ہے۔

اسلام کیسے پھیلا

آریہ ایڈیٹر نے ترقی اسلام کے دو ذریعے بیان کئے ہیں۔ پہلا لوٹ مار اور قتل۔ دوسرے بہشت کی عجیب تعبیر۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ کہ اس وقت نہ تو رسول کریم کے پاس کوئی فوج تھی۔ نہ مال اور رعب۔ بلکہ وہ خود اپنی جان کو دشمنوں سے بچاتے پھرتے۔ اور اسی وجہ آنجناب کو مکہ شریف سے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنی پڑی۔ پھر کس طرح مان لیں۔ کہ اسلام کو جبراً پھیلایا گیا۔ اور نہ بہشت لاکر لوگوں کے آگے رکھی۔ کہ اسکو دیکھ کر رغبت پیدا ہو۔ کیا صرف کوئی وعدہ انعام پر جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اور اپنا گھر بار چھوڑ کر کسی کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ اور مارا جانا قبول کرتا ہے۔ جب تک کوئی نقد چیز اس کے پیش نظر نہ ہو۔ یہ محبت الٰہی۔ اور عشق الٰہی تھا جس کی طرف لوگ پروانہ وار جھکتے تھے۔ اور یہی روحانیت تھی۔ جس سے قوم آریہ آج تک محروم ہے۔ نہ لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا۔ نہ کسی قسم کا ان کو لالچ دیا جاتا تھا۔ یہ بات آریوں کو تازہ تجربہ سے بھی ثابت ہو چکی ہے۔ کہ ملکانہ قوم آریوں کی لاٹھیوں اور اسلحہ سے بھی نہ ڈری۔ آریوں کے روپوں کا لالچ ان کو مرعوب نہ کر سکا۔ مگر اسلام کی طرف بغیر لالچ اور بغیر ڈر کے مائل ہو گئی۔ آریہ ایڈیٹر کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہ آیا۔ جن کے وید نے یہاں تک زبردستی کا حکم دیا ہے دیکھو یجروید بھاشیہ ادھیائے منتر "مجھکو چاہیئے۔ کہ اطوار انسان کی کلیتاً بیخ کنی کروں اور جو دان وغیرہ دھرم سے خالی ظالم بدکردار دشمن ہیں۔ انکی صریح بیخ کنی کروں۔"

آریہ معترض کے اعتراض کے دونوں پاؤں میں نے دلیل سے کاٹ دیئے۔ اب دھڑ کسی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا۔ بہشت کا مفہوم بتا دینے کے بعد اب نہ جانے دوزخ کی تلاش ضروری ہے۔ نہ رقبہ اور پھیلاؤ معلوم کرنے کی حاجت ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلام پر تو اعتراض کر دیا ہے۔ مگر ناظرین ذرا غور فرماویں۔ کہ آریوں کی مکتی کیسی خطرناک ہے۔ ایک طرف تو شرائط ایسی رکھ دی ہیں۔ مثلاً یوگ آسن وغیرہ کہ جن سے انسان مکتی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ کوئی مکتی یافتہ پیش کیا جاوے۔ اگر بفرض محال کسی کو مکتی مل بھی جائے۔ تو روح کو اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کو خدشہ ہے۔ کہ خدا جانے کب مکتی خانہ سے خارج کر دی جائے۔ اور کس قالب میں دھکیل دی جاوے۔ کیونکہ اگر تمام ارواح دائمی مکتی حاصل کر لیں۔ اور مکتی ہو دائمی۔ اور کوئی روح پرماتما پیدا کر نہیں سکتا۔ تو گویا ایشور اس سرشٹی (دنیا) کی رچنا (صنعت) سے قطعی معطل ہو کر بیٹھ جاتے سبحان اللہ پرمیشور کی کیسی سرب شکتی (قدرت) اور کیسی دیالتا (مہربانی) ہے۔

دیکر نجات مکتی پھر چھینتا ہے تم سے
کیسا ہے وہ دیالو جسکی عطا یہی ہے

محمد احمد خان کلرک توپخانہ دروش

تامل نیڈو کھدی کا اعلان

اراکین کانگرس کو کاتنے کی ہدایت

مدراس ۱۷ر جولائی۔ تامل نیڈو کھدی بورڈ کے سکرٹری نے کاتنے کے متعلق احمد آباد والی قرارداد کے بارے میں ہدایات نافذ کی ہیں۔ کانگرس کے ہر کارکن رکن کو ہر مہینے کی ۱۵ر تاریخ تک ۲ ہزار گز کاتا ہوا سوت روانہ کرنا پڑیگا۔ اس کام کا آغاز ۱۵ر اگست کو ہوگا۔ تمام اراکین کارگزاری درج کرنے کے لئے رجسٹر رکھے جائینگے۔ جو اراکین اسبات سے قاصر رہینگے۔ ان کے نام ہر مہینے کے آخری ہفتہ میں شائع ہو جایا کرینگے۔ ہر رکن کو بنڈل بنانے ہونگے۔ یہ بنڈل پرچی پر لگائے جائینگے۔ اور ان پر سوت کی کچھی کی لمبائی۔ وزن۔ نام اور تاریخ روانگی درج کی جائیگی۔ یہ سوت ہر مہینے دفتر ہذا سے آل انڈیا کھدی بورڈ کے دفتر میں بھیج دیا جائیگا۔ ہر رکن کا کتا ہوا سوت علیحدہ رکھا جائے گا۔ تاکہ مرکزی دفتر میں اسکی آزمائش ہو سکے۔ اس کارروائی کا مقصد یہ ہے۔ کہ مہاتما گاندھی کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے میں اراکین کو مدد دیجائے۔ کانگرس ڈپو میں دھنی ہوئی روئی اور تکلوں وغیرہ کے رکھنے کا انتظام کیا جا رہا ہے تاکہ انکو ڈسٹرکٹ کمیٹیوں کی معرفت تقسیم کیا جا سکے:

دنیا کا سب سے بڑا آدمی

(سلسلہ کے لئے دیکھو نور مورخہ ۲۷ر جولائی نمبر ۵ جلد ۱۵)

(از قلم مکرم و معظم مولانا مولوی عبدالکریم خانصاحب)

مذکورہ بالا مختلف النوع حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلا طبیب زہر کی تجویز کرتا ہے۔ اور اپنے عمل سے اس کے استعمال کی بہترین تدبیر سکھاتا ہے۔ دوسرا اصرار کے ساتھ اپنی رائے پر قائم ہے۔ کہ زہر ہر حالت میں زہر ہے۔ اور کسی صورت میں بھی زبان پر ہرگز نہ رکھنا چاہیئے مریض کو عالم یاس میں نیم بسمل بلکہ جان بلب چھوڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے مرض کی دوائی کمیت سے دوسروں کی ہلاکت کا آلہ ہونے کے بعد بالآخر خود بھی تنگ آکر ہلاک ہو جائے یا از خود اپنے طبیب کی مرضی کے خلاف ورزی یعنی زہر کے استعمال پر مجبور ہو۔

ہر دو متضاد حالات کا کیا نتیجہ مرتب ہوگا؟ وہ مریض جو پہلے طبیب کی نگرانی میں ہے۔ اپنے معالج کی تجویز کے موافق دوا کے استعمال کرتے ہی حتی الوسع بہت جلد صحتیاب ہو جائیگا۔ لیکن دوسرا مریض یا تو عالم یاس میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دنیا کو الوداع کہیگا ورنہ اپنے طبیب کی خلاف ورزی پر مجبور ہو کر اناپ شناپ خود ہی دوا استعمال کرنے لگیگا۔ جو بے اصول ہونے کی وجہ سے قدرتاً زیادہ مہلک ثابت ہوگی۔

تمثیل بالا میں جو اطبا بیان کئے گئے ہیں۔ وہ محمد اور مسیح ہیں۔ اور ہر دو طبیبوں کے مریض انکی امتیں ہیں۔

دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ جنگجوئی اور خونریزی عام حالات میں مہلک و برباد کن ہے۔ جس سے احتراز واجب ہے۔ لیکن حضرت محمد غیر معمولی صورت میں اپنی امت کو دانشمندانہ ہدایت کرتے ہیں کہ بمجبوری جنگ کے زہر کو محدود دائرہ میں خاص اصول کے ماتحت استعمال کیا جائے جبکہ صحت سے مایوسی ہے۔ زیست کی امید منقطع ہو چکی۔ اور قومی ہستی کا جہاز خطرہ کے گرداب میں پھنس گیا ہے۔ وہ وقت ایسا ہوتا ہے۔ کہ زہر زہر نہیں رہتا۔ بلکہ تریاق و شفا ہو جاتا ہے لیکن مسیح ہر حالت میں ایسی اجازت دینے سے محترز ہے۔ وہ ناامیدی کی موت کے گڑھے میں دھکیل دیتا۔ یا دوا کے بیجا اور بے اصول استعمال کے لئے بالکل آزاد چھوڑ دیتا ہے۔

ایسی نصائح کے جو نتائج ہو سکتے ہیں۔ وہ باسورتھ سمتھ کے قول سے ظاہر ہیں۔ کہ "جہاد مسلمانوں میں پیغمبر کی ہدایت کے موافق ہے۔ اور صلیبی جنگ مسیح کی روح کے مخالف" عیسائیوں نے بھی اپنے بانی مذہب کی ہدایت کی عدم موجودگی میں اسکی صریح مرضی کے خلاف تریاق اسلام ہی کا استعمال شروع کیا۔ مگر خلاف اصول و بے قاعدہ ہونیکی وجہ سے اکثر برا استعمال کیا۔

جہاد اسلامی اور جنگ صلیبی کے موازنہ کی اطلاع کے بعد حضرت محمد کے نسخہ کی تاثیر یعنی جہاد کی ماہیت کے متعلق باسورتھ سمتھ ہی کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے۔ کہ "محمد کی لڑائیاں جانگداز برباد کن اور ہلاک نہ تھیں" دوسرے لفظوں میں اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ مسیحی لڑائیاں ہولناک تباہی خیز اور جانگداز تھیں۔ تاریخ سے اس بیان کی صداقت ہے۔ کہ وہ وحشت و بربریت کا برا نمونہ تھیں۔ پس مسیح اور محمد کی تعلیم و تلقین اور ان کے قوانین میں یہ فرق بدیہی ہے۔

حضرت محمد کے قوانین فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہیں۔ اور جو حالات بھی پیش آئیں۔ ان کے لئے مناسب اور موثر ہدایات موجود ہے۔ مسیح کی تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلمانوں کے سامنے ان کے پیغمبر کی ایک فانوس مگر شعلہ افروز "مثال موجود ہے۔ ہر طرح کی دینوی تاریکی میں اس شمع ہدایت کی روشنی کے طفیل وہ صحیح رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر عیسائیوں کے لئے جب کسی مصیبت کا سامنا ہو۔ کوئی ہدایت کا چشمہ اور نمونہ موجود نہیں ہے۔ ان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ کہ عالم یاس میں مہیب ہلاکت کا شکار ہو جائیں۔ یا مسیح کے احکام کی خلاف ورزی پر مجبور ہو کر اتر آئیں۔

حضرت محمد نور عقل اور حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ عیسائیت اسرار کی بھول بھلیاں میں سرگردان پھراتی اور تاریک دلدلوں میں پھنساتی ہے۔ غرض مسیح کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندگی میں ہمیں عملی رہنمائی کی روشنی نظر نہیں آتی۔ اگر خوش نصیبی کی یاوری ہو۔ تو چار و ناچار حضرت محمدؐ ہی کی رہنمائی کو اسی کے تبلائے ہوئے راستہ کو اسی کی تجویز کردہ دوا کو قبولنا پڑتا ہے۔

کیونکہ انسان شجر فطرت کا ثمر ہے۔ اُسی فطرت کا وہ محکوم اور قانون فطرت سے ہر طرف محصور ہے۔ پس جو مذہب فطرت کے موافق ہے۔ وہی صحیح ہے منصف ناظرین! اپنے دل میں غور کریں۔ کہ صداقت کسطرف ہے اور سچی رہنمائی کہاں ملتی ہے؟

بالآخر اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے طرز بیان سے جو نکتہ چینی کا رنگ ترشح ہوتا ہے۔ وہ انجیلی مسیح سے متعلق ہے۔ جو پادریوں کی تعبیر و تفسیر سے مستنبط ہے۔ موجودہ مسیحیت نے اپنا جو مرقع پیش کیا ہے۔ موازنہ کی مجبوری میں اس پر کچھ تبصرہ کیا گیا ہے۔

حقیقی اور تاریخی رنگ میں اس مسئلہ کی ماہیت معلوم کرنی ہو۔ تو علامہ عباسی کے الفاظ میں اصلیت یہ ہے۔

"دنیا میں جتنے مذہبی پیشوا گذرے ہیں۔ ان میں بعض کی زندگی ضرور سادہ تھی۔ حضرت عیسیٰ مسیح کو دیکھیئے۔ تو کبھی ان کو دنیوی جھگڑوں سے تعلق نہیں رہا۔ خانہ بدوش سیر و سیاحت میں اِدھر اُدھر پھرتے اور معرفت کردگار سیکھتے رہے۔ آخر میں انہوں نے لوگوں کو خدا پرستی اور حسن اخلاق کی تعلیم دی۔ حکومت وقت نے مخالفت کی۔ اور وہ سولی پر چڑھائے گئے۔ زندگی میں ان کے ہم خیال کم اور بہت کمزور تھے۔ حتیٰ کہ خود شاگردوں ہی نے خوف یا طمع سے ان کو پکڑوا دیا۔ اور بحالت بےچارگی نہایت حسرت سے انہوں نے صلیب پر یہ کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ بعد میں ان کی قدر ہوئی۔ اور مذہب عیسوی پھیلا۔ ہندوستان میں بودھ نے حکومت سے تعلق نہیں رکھا۔ بلکہ موروثی حکومت بھی ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اور جوگیوں فقیروں کی طرح اپنی زندگی تنہائی و بےکسی میں گزار دی۔ بےشبہ اکثر انبیاء کے حالات میں بےچارگی و بےبسی برتتی ہے۔ جب ان کے تذکروں کو مدنظر رکھ کر غزوات احمدی پڑھے جاتے ہیں۔ تو بعض ناواقف اشخاص کے ذہن میں یہ خدشہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ آنحضرت محمدؐ نے مردم کشی و خونریزی کو غزوات سے تعبیر کر کے ہلاکت انسانی کو مرضی الٰہی بیان کر کے کیا نئی شریعت ایجاد کی ہے۔ لیکن یہ رائے محض سطحی اور سرسری ہے۔ دنیا کے دیگر مسلمان قوم اور پیشوایان کے حالات بھی پڑھے جائیں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے دنیا میں کیسی زبردست سلطنت کی ہے۔ حضرت یوسف نے مصر کی بادشاہت کی۔ ان کے حالات کہیں مفصل بیان نہیں کئے گئے۔ مگر جب سلطنت تھی۔ تو ان کے ایما سے جنگ و جدال قتل و قصاص کیا کچھ نہ ہوا ہوگا۔ حضرت موسیٰ بھی آخر آخر میں بنی اسرائیل کے امیر اور سپہ سالار ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے بحالت بےچارگی ایک قبطی کو مار ڈالا تھا۔ تو اختیار پاکر جائز امور میں قتل و قصاص سے کسطرح دست کش ہوئے ہوں گے۔

ہندوستان میں صرف بودھ ایک فقیرانہ روش پر چلا۔ ورنہ رام چندر جی کی لڑائیاں تمام ہندوستان میں مشہور ہیں۔ مہابھارت کا قیامت خیز معرکہ سری کرشن کی ذات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب فقیرانہ طرز پر اصلاح قوم کی جائے گی۔ تو حضرت عیسےٰ مسیح یا بودھ کی سی زندگی دوسروں کے لئے نمونہ ہوگی۔ اور جب دنیوی تعلقات کے ساتھ ملکی اصلاح پر کمر باندھی جائے گی۔ تو راجہ رام چندر یا کرشن جی کی سی زندگی لامحالہ اختیار کرنی پڑے گی۔"

پریذیڈنٹ روزولٹ کی رائے تو ارباب سیاست میں داخل ہونے کی وجہ سے شائد بے وقعت سمجھی جائے ہندوستان کے مشہور محب وطن پارسی لیڈر مسٹر ڈنشا ایڈل جی صاحب کا تبصرہ قابل غور ہے۔

"جو کچھ زمین و آسمان میں نظر آتا ہے۔ قدرتی طاقتوں کی ازلی و ابدی کشمکش کا نتیجہ ہے جسکو کوئی معطل نہیں کر سکتا۔ وہی قدرتی طاقتیں انسان کے اندر کام کر رہی ہیں۔ جن کا ظاہری نتیجہ جنگ کی شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ لڑائیاں اسوقت سے ہو رہی ہیں۔ جس زمانہ کی تاریخ موجود نہیں۔ اور اسوقت ختم ہوں گی۔ جبکہ انرجی اور انرجی کے مابین کشمکش جاتی رہے گی۔ ورنہ ناممکن ہے۔ جب تک کائنات اور اس کے قوانین قائم ہیں۔ انسانی منشا سے جنگ کو مفقود کرنے کی خواہش بالکل ایسی ہے۔ جیسی کہ یہ خواہش کہ آفتاب سے روشنی دور ہو جائے۔"

غرض یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔

"لڑائی انسانی فطرت میں شامل ہے۔ جو لڑائی کو معدوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ گویا فطرت کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ جنگ تو ہر انسان کے دل پر مسلط ہے کہیں اس کے ہاتھ میں تلوار ہے کہیں قلم ہے۔ دنیا کا ذرہ ذرہ ہر حیوان ہر انسان رات دن لڑائی کے لئے بیقرار ہے۔ پس جو شخص لڑائی کو معدوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ تنازع للبقا کے مسئلہ کو نہیں جانتا۔"

لہٰذا کائنات کی موجودہ حالت یعنی انسان کی موجودہ فطرت جب تک قائم ہے۔ نوع انسان کے لئے جنگ ناگزیر اور ضروری چیز ہے۔ ہمیشہ فخر کا ذریعہ سمجھی گئی ہے۔ مشرق و مغرب کی رزمیہ داستانیں ہمارے دعوٰی پر شاہد عادل ہیں۔ ایلیڈ اور اوڈیسی شاہنامہ اور مہابھارت کی جو عزت و عظمت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ جنگ کی ضرورت و اہمیت سے تو کوئی تاریخ کا ماہر منکر نہیں ہو سکتا۔ البتہ واقعات و نتائج سے زیادہ اسباب و بواعث پر غور کرنا ضروری ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

سکھ مذہب کا تعلق اسلام سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمان کون ہے:۔ شلوک آدگرنتھ صاحب سری گورو نانک دیوجی مہاراج فرماتے ہیں ؎

مسلمان کہاون مشکل ہے ہوئی تاں مسلمان کہاوے
اول اول دین کر مٹھا مشکل مانان مال مساوے
ہو ئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے
رب کی رضا منے سر اوپر کرتا منے آپ گواوے
تاں نانک سرب جیاں مہرت ہوئی تاں مسلمان کہاوے

مطلب:۔ مسلمان ہونا حقیقتاً بہت مشکل ہے۔ اگر مسلمان ہو تو پھر دعویٰ کرے۔ مسلمان وہ ہے۔ جو اللہ کی رضا پر ہر وقت شاکر رہے۔ خدا کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ اور خودی کو دُور کرے۔ بے شک جو ایسا کرے۔ وہی مسلمان ہے۔ اور وہی نجات اور مکتی کا وارث ہے۔

کافر کون ہے:۔ حضرت باوا صاحب رحمۃ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۲ سطر ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

پرستش کرے آفتاب دی ولی جانے ایہہ خدائی
ایہہ بھی اپنے مذہب وچہ ہوئے رہے گمراہے
ہندو ہوئے بت پرست جانت بت خدائی
ترک کافر آکھیں ہوئے رہے گمراہے

مطلب صاف ہے۔ جو آفتاب کی پوجا کرتا اور اُسے خدائی مرتبہ دیتا ہے۔ وہ اپنے طریق میں گمراہ ہے۔ جو بت پرست بتوں کی پوجا کرتے اور اپنے بتوں کو خدائی درجہ دیتے ہیں۔ وہی کافر ہیں۔ کیونکہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان مذکورۃ الصدر اقوال سے یہ بخوبی ظاہر ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب موصوف کے نزدیک کون مسلمان اور کون کافر ہے۔

آگے اور ملاحظہ ہو

باوا صاحب السلام علیکم کہنا پسند کرتے تھے

جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۲ پر لکھا ہے۔

"جد رکن دین قاضی مکہ دا نماز پڑھانے واسطے آیا۔ تاں قاضی رکن الدین اور بابے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ اوہدی السلام علیکم ہوئی"

مطلب جب باوا صاحب مکہ معظمہ کے لئے گئے۔ اور مکہ معظمہ کا قاضی نماز پڑھانے کے لئے آیا۔ تو قاضی رکن الدین اور باوا صاحب کی باہمی السلام علیکم ہوئی۔ پھر اور ملاحظہ ہو۔ جنم ساکھی صفحہ ۲۹۵

"وہ آرے گاں (عمر خاں) بیکشیخ امانو دا مان اللہ دا یار آہا تے رہن والا سوڈیاں دا ضلع امرتسر میں ایک گاؤں ہے۔ جہاں کی سُرخ مرچ بہت مشہور ہے۔ نور) اس نے سُنا جو ایک فقیر آیا ہے۔ تاں اس نے سری گورو نانک جی کو کہا نانک جی السلام علیکم تاں سری گورو نانک دیوجی نے کہا۔ آؤ آہا رے وعلیکم السلام آئیے بیٹھئے خاں صاحب"

مطلب:۔ عمر خاں جو شیخ امان اللہ خاں کا دوست تھا۔ اور موضع سوڈیاں کا رہنے والا تھا۔ اس نے سُنا۔ کہ ایک فقیر آیا ہے۔ تاں اس نے سری گورو نانک دیوجی کو کہا نانک جی السلام علیکم تو اس کے جواب میں سری گورو نانک دیوجی نے کہا۔ وعلیکم السلام خاں صاحب آئیے بیٹھئے۔ غور کرو۔ کیسی صاف صاف عبارت ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نہ عمر خاں نے ناواقفی سے باوا صاحب کو السلام علیکم کہا۔ اور نہ بے علمی سے حضرت باوا صاحب نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ بلکہ یہ دونوں پہلے سے ہی ایک دوسرے کے واقف تھے۔ تب ہی تو السلام علیکم کے ساتھ عمر خاں نے باوا صاحب کا صاف الفاظ میں نام لیا۔ اور باوا صاحب نے بھی جواب میں وعلیکم السلام کہکر ان کا نام لیکر بیٹھنے کے لئے کہا۔ عمر خاں کا باوا صاحب کو السلام علیکم کہنا یہ صریح اس امر کی دلیل ہے۔ کہ عمر خاں جانتا تھا۔ کہ باوا صاحب مسلمان ہیں اور انہیں السلام علیکم کہنا چاہیئے۔

ورنہ مسلمان ہندو کو السلام کہنے سے اور ہندو وعلیکم السلام کہنے سے پرہیز کرے گا۔

اسی سے صاف معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سری گورو نانک دیوجی مہاراج کو اسلام سے وابستگی تھی۔

جدہ میں باوا صاحب کا قیام تاریخ گورو خالصہ مولفہ بھائی گیان سنگھ گیانی حصہ اول صفحہ ۲۶۰ پر لکھا ہے۔

"بابا جی جدے جا اُترے۔ ایتھے مائی حوا دی قبر توں پورب نرخ باہے دا مکان ہے۔ اسنوں نانک قلندر یا ولی ہند دا دائرہ آکھدے ہین۔ ایتھے باوا جی عصا۔ سوٹا، استاوہ (لوٹا)، مصلے (جاء نماز) کتاب (قرآن مجید) نیلے رنگ دے کپڑے (گذشتہ ایام میں عام طور پر حاجی لوگ نیلے رنگ کے کپڑے پہن کر جاتے تھے جو دیر کے بعد میلے ہوتے ہیں۔ گویا یہ حاجیوں کا سفری لباس تھا) و تق دی ٹوپی (پشمینے دی ٹوپی جو اکثر صوفیاء لوگ پہنتے ہیں) رکھندے سن تے اپنے ساتھیاں کولوں بھی رکھاوندے سن"

مطلب باوا صاحب نے جدے میں مائی حوا کی قبر کی جانب مشرقی قیام کیا۔ یہ جگہ نانک قلندر یا ولی ہند کے دائرہ کے نام سے مشہور ہے۔

دیکھو:۔ ملک عرب میں باوا صاحب کوزہ۔ مصلے۔ قرآن مجید اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں سے بھی رکھواتے تھے۔ نیلے کپڑے اور دتق یعنی صوفیانہ رنگ کے پشمینے کی ٹوپی پہنتے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی پہنواتے تھے۔ اسی سے سمجھ لو۔ کہ باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ اور آپ کس طریق کو پسند فرماتے تھے۔

دوم موجودہ سکھ مذہب میں ٹوپی کے پہننے کی سخت ممانعت ہے۔ مگر باوا صاحب کا نہ صرف خود ٹوپی پہننا بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی ٹوپی پہنوانا سکھ صاحبان کے لئے قابل غور ہے۔

رنگیلا رسول اور ایڈیٹر پرتاپ

(از مہاشہ گیر تھلال عاجز درما شملہ)

اس ملک اور اس کے افراد کی بدقسمتی ہی کہے شاید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

. . . . ہو سکتا ہے۔ جس ملک میں ایک واحد شخص کی کسی بری سے بری حرکت کا ذمہ دار ساری قوم کو ٹھہرایا جائے۔

ہندوستان کی دو مختلف قوموں میں اس وقت جو باہمی نااتفاقی رونما ہے۔ اس کی تہہ میں بھی ہیں اس بات میں ایک سبب یہ بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

شومئی تقدیر سے ہندوستان ایک ایسا ملک ہے کہ جس میں مختلف قسم کے کئی مذاہب اور کئی قومیں ہیں۔ ہر ایک انسان کی طبیعت قدرتاً الگ الگ واقع ہوئی ہے۔ ایک ہی مذاہب کے پیرو ہونے کے باوجود طبیعتیں اور عادتیں جدا جدا ہیں۔ ایک آدمی ایک بات کو کسی مذہب کی اٹھیں کسی پیرایہ میں بیان کرتا ہے۔ تو دوسرا کسی اور طرح سے اس کا مطلب واضح کرتا ہے۔

ملک کی بدبختی میں جن باتوں سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ ان میں سے قابل ذکر یہ ہے۔ کہ اگر ایک مسلمان کبھی ہندو بزرگ کی توہین کرتا ہے۔ تو مسلمان قوم اس کی مذمت نہیں کرتی۔ چند سمجھدار آدمی اس کی اس نازیبا حرکت کو دل سے ناپسند کرتے ہیں۔ مگر اس کے برخلاف پبلک آواز بلند نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہندو قوم یہ سمجھ لیتی ہے۔ کہ ساری قوم ایسی نازیبا حرکات کرنیوالوں کی پشت پناہ ہے۔

دوسری طرف ایک ہندو کسی مسلمان بزرگ کی اگر توہین کرتا ہے۔ تو ہندوؤں کی طرف سے بحیثیت مجموعی اس کے برخلاف اظہار ناپسندیدگی نہیں کیا جاتا جس کا انجام یہ ہوتا ہے۔ کہ مسلمان قوم یہ اخذ کر لیتی ہے۔ کہ تمام ہندو قوم ایسے آدمی کی پیٹھ ٹھونکتی ہے۔ متذکرہ بالا امور ایسے ہیں۔ کہ جن کو ہر ایک سمجھدار بھی خواہ ملک سچے دل سے محسوس کرتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اب پانی حد سے گزر چکا ہے۔ اس کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر کچھ عرصہ اور اسی طرح ایسے لوگوں کی باگ ڈھیلی رہنے دی گئی۔ تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک صورت میں ملک اور قوم کو بھگتنا پڑیگا۔ ضرورت ہے۔ کہ ملک کے اعلیٰ دماغ والے اور ملک کی حقیقی بھلائی چاہنے والے ہر ایک مذہبی قید

اور تعصب سے آزاد ہو کر اس کا علاج سوچیں۔ کیونکہ اس وقت جن باتوں کے پیچھے لگ کر اہل ہند برباد ہو رہے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ وہ باتیں ایسی ہیں۔ کہ جن کا فیصلہ نہ آج تک ہوا۔ اور نہ تا قیامت ہو سکیگا۔ ہندوستان میں جب کبھی بھی نااتفاقی اور نہایت سنگین لڑائی کی بنیاد پڑی ہے۔ تو محض مذہب کے نام پر پڑی ہے۔ دانستہ یا نادانستہ نااتفاقی پھیلانے والوں نے ایک ایسا ہتھیار اپنے ہاتھوں میں لیا ہوا ہے۔ کہ جسکا وار خطا نہیں جاتا۔ عوام اسقدر سیدھے سادھے ہیں۔ کہ مذہب کی آڑ میں کوئی انکو جس طرح چاہے۔ نچائے۔

اور یہ جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے۔ اس کے لکھنے کی مجھے کیوں ضرورت لاحق ہوئی۔ یہ میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر ورتمان کے پرتاپ میں "رنگیلا رسول پر مقدمہ" کے عنوان سے لیڈر نہ نکلتا۔ تو شاید میں ابھی اس مضمون کے لئے ابھی اور کچھ دن خاموش رہتا۔ مگر اس لیڈنگ آرٹیکل کو پڑھکر اور نیچے "کرشن" کے الفاظ لکھے دیکھکر میں نے ضروری سمجھا۔ کہ اسکے متعلق ایک آریہ سماج کے ممبر ہونے کی حیثیت سے میں ضرور اپنی رائے کا اظہار کر دوں۔

میں یہ جتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ جسوقت یہ مضمون پڑھا گیا۔ اکثر اشخاص نے اس لیڈنگ آرٹیکل کو سخت ناپسند کیا اور جس لب و لہجہ میں یہ لکھا گیا ہے۔ اور جس بیجا طریقے سے ایک آریہ سوال خصوصاً اور ہندو سوال عموماً بنایا گیا ہے۔ اور عوام کی ہمدردی حاصل کرنیکی کوشش کیگئی ہے۔ وہ سخت نامناسب بلکہ شرمناک ہے۔

لیڈنگ آرٹیکل میں ہر جائز و ناجائز طریقہ سے "رنگیلا رسول" نامی کتاب کو ایک عمدہ اور پُر متانت بے عیب کتاب ظاہر کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ اور حضرت محمد صاحب کو اپنا بانی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ "کہ وہ ہمارے سب کے یکساں مہا پُرش تھے" افسوس ہے۔ کہ کسی بزرگ کی توہین صرف اسواسطے قرار دیجائے۔ کہ وہ سب کے مشترکہ قابل تعظیم بزرگ تھے۔

خیر میں یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کہ "رنگیلا رسول" لکھنے والے کو "رنگیلا" لکھنا چاہئیے تھا۔ یا نہیں۔ سوال زیر بحث یہ ہے۔ کہ اگر مہاشہ راجپال نے "رنگیلا رسول" لکھا چھاپا۔ اور اسکے ذریعہ کافی آمدنی پیدا کی۔ داد

جو اصلی معنوں میں مہاشے کرشن کی ہی جیب میں گئی۔ کیونکہ جیسا کہ معلوم ہوا ہے۔ مہاشہ راجپال براۓ نام ملازم یا حصہ دار ہیں اصل مالک مہاشہ کرشن جی ہیں)

تو کیا جسوقت یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ اس وقت بھی آریہ سماج پبلک سے متفق مشورہ کیا گیا تھا۔ اب جبکہ ایک آدمی کو انکی اپنی حرکت کی وجہ سے قانونی شکنجہ میں جکڑا گیا۔ تو تمام آریہ پبلک کا سوال بنا دیا گیا۔ گویا اسکے معنے یہ ہوئے۔ کہ "رنگیلا رسول" کے لکھنے میں تمام آریہ پبلک کا ہاتھ تھا۔ یا اب اسے یہ صورت دیکر یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ تمام آریہ پبلک نے اسے پسند کیا۔ اس حرکت سے تمام آریہ سماج کو بدنام کرنا نہ معلوم کونسی دانائی اور کونسی خدمت آریہ سماج ہے۔ بدقسمتی ہے یہ سماج کی کہ اس کو ایسے ایسے نادان دوست ملے ہوئے ہیں۔ کہ جو ہر وقت ایسے نامذاہب کے خلاف گندہ لٹریچر لکھتے رہتے ہیں۔ اور اسی میں ہی آریہ سماج کی خدمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انکی دھرم کی تعریف یہ ہے۔ کہ اپنے نقائص اور دوسروں کی خوبیاں دیکھی جائیں۔ مگر اب ایسا الٹا دستور جاری ہوا ہے۔ کہ دوسروں کی تو ہر وقت بدی ڈھونڈھنا اور اپنی خوبیاں دیکھنا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ہم ایکدوسرے کو برا بناتے بناتے سب برے ہی بن گئے ہیں۔ لیڈنگ آرٹیکل میں زیادہ رونا جو رویا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک قادیانی صاحب نے ستیارتھ سوامی دیانندجی کی شان میں ایک نہایت دلآزار کتاب لکھی تھی"۔ واہ یہ خوب دلیل ہے۔ ایک آدمی اگر بری حرکت کرتا ہے۔ تو کیا خود بھی بڑے نیک اسکے برابر ہو جانا چاہیئے اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ملک میں کچھ ایسے آدمی ہیں۔ جو ایکدوسرے کے مذہب پر پھبتیاں اڑا اڑا کر عوام کو مذاق بنگاڑ رہے ہیں۔ اور اپنے ٹکے سیدھے کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ سے ایسے لوگ گمنامی کی قبر میں دفن ہو گئے تھے۔ مگر بدقسمتی سے ملک میں ایسی لہر چلی۔ کہ ان کو پھر سر اٹھانے کی جرأت ہو گئی۔ پچھلے دنوں میاں دہرمپال صاحب نے چند کتابیں لکھکر اپنے ٹکے سیدھے کئے۔ مگر جب ہار گئے تو جھٹ معافی مانگ لی۔

اختتام مضمون پر میں چند الفاظ میں عام ہندو مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ ایسے آدمیوں کی ہرگز ہرگز کسی قسم کی امداد نہ کریں۔ کوئی ہندو ہو۔ یا آریہ یا مسلمان جو بھی آجکل ملک کے مفاد کے برخلاف عوام میں اس قسم کی کتابیں لکھکر عناد پھیلاتا ہے۔ وہ سخت گناہ کرتا ہے۔ اور ہر ایک سمجھدار اور ملک کے بھلا چاہنے والے انکو ایسے آدمیوں کی اپنی پاک تنبیہ انکو کچل دینے کی سعی کریں......

(بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم ۱۱ : ۴۲)

عرشہ جہاز سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام جماعت احمدیہ کے نام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ تعالیٰ کی طرف سے حسب ذیل تار ۱۶ر جولائی کو جناب مولانا شیر علی صاحب کو موصول ہوا۔

"بمبئی بائیکلا ۔ دس بجکر ۹ منٹ ۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۲۴ء۔

یہ تار ہمارے جہاز کی روانگی کے بعد دیا جائیگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول کے پوتے کے پیدا ہونے سے بہت خوشی ہوئی ۔ بچے کا نام عبدالباسط رکھا جائے ۔ افسوس ہے ۔ کہ روانگی سے قبل آپ کا کوئی تار حالات بیعت ان کے متعلق نہیں آیا ۔ تمام احمدی بھائیوں اور بہنوں کو میری طرف سے اطلاع کر دیں ۔ کہ میں آج جہاز پر سوار ہو گیا ہوں ۔ میرے دل پر جدائی کے سبب سے بڑا بوجھ ہے ۔ جب سے یہ سفر شروع ہوا ہے ۔ میں پہلے سے زیادہ آپ سب کے واسطے دعائیں کرتا ہوں ۔ میں نے سب بہنوں اور بھائیوں میں ایسی مخلصانہ محبت اور جذبہ فداکاری پایا ہے ۔ جس کی خود خاکسار کو بھی اس سے پہلے خبر نہ تھی ۔

اے میری جماعت کے لوگو! اللہ تمہیں برکت دے ۔ اس پر مضبوط ایمان رکھو ۔ اس سے سچی محبت کرو ۔ اور اس کے حضور میں فدا ہو جاؤ ۔ اس کے رسولوں کی عزت اور فرمانبرداری کرو ۔

برادران! تم چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرے ہوئے ہو ۔ تم کبھی اس بات کو نہ بھولو ۔ سوچو ۔ کہ اگر خدا تعالیٰ بھی تم کو چھوڑ دے ۔ تو تمہارا انجام کیسا تلخ ہوگا ۔ پس جہاں تک ہو سکے ۔ خدا کے قریب ہونے کی کوشش کرو ۔ اور یہ مقصد سچا احمدی بننے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے ۔ اپنی دعاؤں میں استقامت اختیار کرو ۔ اللہ کے لئے ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو ۔ اور اپنے تمام کاروبار میں اعلیٰ درجہ کی دیانتداری اختیار کرو ۔ نفرت سے ڈرو ۔ اور اپنے بھائیوں سے پیار کرو ۔ اور اسلام کی اشاعت دنیا کے دور دراز کونوں تک کرو ۔ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں ۔ اور درخواست کرتا ہوں ۔ کہ تم اس مشن کی کامیابی کے واسطے دعا کرو جس پر میں جا رہا ہوں ۔

تم نہیں جانتے ۔ بلکہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے ۔ کہ مجھے کس قدر محبت تم سے ہے ۔ آپ لوگوں سے جدا ہونا میرے لئے کس قدر دردناک تھا ۔ اور آپ لوگوں کو پیچھے چھوڑنا میرے لئے کس قدر صدمہ پہنچانے والا ہوا ۔ لیکن یہ جدائی صرف جسمانی ہے ۔ میری روح ہمیشہ تمہارے ساتھ تھی ۔ اور ہے ۔ اور رہے گی ۔ میں زندگی میں یا موت میں تمہارا ہی ہوں ۔ تمہاری بہبودی میرے دل کی عین خواہش ہے ۔ اور تمہارا دنیوی اور روحانی منزل مقصود تک پہنچنا میری واحد تمنا ہے ۔ میں جانتا ہوں ۔ کہ تم میں سے بہت سے اب افسوس کرتے ہیں ۔ کہ انہوں نے کیوں مجھے خود یورپ جانے کا مشورہ دیا ۔ کیونکہ جدائی ان کو شاق گذر رہی ہے ۔ لیکن اس موجودہ غم کو بھول کر بڑے فوائد کے حاصل کرنے کے لئے تیاری کرنی چاہیئے ۔ آؤ ہم خدا سے دعا کریں ۔ کہ وہ ہمیں کامیابی کی راہ پر چلائے ۔ پس اے میرے بھائیو اور بہنو! خدا کی برکتیں تم پر ہوں جہاں کہیں تم ہو ۔ اور جس حالت میں تم ہو ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو"۔

امید ہے ۔ یہ پیغام دکھے اور بے تاب دلوں کے لئے کس قدر تسکین کا باعث ہوگا ۔ اور احباب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہی حضور کی جدائی سے بے قرار نہیں ہیں ۔ بلکہ حضور ہم سے بھی زیادہ اس جدائی میں ...

کا بار ہے لیکن چونکہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے ہے اس لئے اس تکلیف میں بھی ایک مزہ ہے ۔ اور اس جدائی میں بھی ایک راحت ہے ۔

سوامی دیانند پر ایک تنقیدی نظر

مناسب تغیر اور اصلاح کے بعد جیون تسہ ۲۲ سے لے کر درج کیا جاتا ہے ۔

مسٹر گاندھی نے آریہ سماج اور اسکے بانی پنڈت دیانند صاحب کے بارے میں جو رائے شائع کی ہے ۔ اس میں انہوں نے اور باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے ۔ کہ سوامی دیانند صاحب کا کیریکٹر بہت اعلیٰ تھا ۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے ۔ کہ سوامی دیانند صاحب کے کیریکٹر کے بارے میں مسٹر گاندھی کی یہ رائے ادھوری واقفیت پر مبنی ہے ۔ اس کے ثبوت میں پنڈت دیانند صاحب کی زندگی کے متعلق جاننے کے لائق جو کثرت سے باتیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔ ان میں سے چند باتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۔ کہ جو زیر بحث امر پر بخوبی روشنی ڈالتی ہیں ۔

(۱) سوامی دیانند صاحب اپنے قول کے موافق ۲۱ برس کی عمر میں گھر سے بھاگ گئے تھے ۔ اور جب سدہ پور کے میلے میں ان کے پتا نے انہیں سپاہیوں کی مدد سے پکڑ لیا تھا ۔ تب انہوں نے محض اپنے پتا کو مغالطہ دینے کے لئے یہ خلاف واقعہ کہا ۔ کہ "یہاں سے میں گھر آنے کو ہی تھا" ۔ اور کہ "میں آپ کے ساتھ چلنے کو پرسن (خوش) ہوں" ۔ جب کہ ان کا گھر جانے کا منشاء بالکل نہ تھا ۔ اور وہ اپنے پتا کے ساتھ واپس جانے میں ہرگز خوش نہ تھے ۔ اس لئے وہ راستہ میں ہی رات کو ایک جگہ قیام کرنے پر پہرہ دار کے سو جانے پر پھر آنکھ بچا کر بھاگ نکلے ۔ اور اس طرح جاتے وقت بھی انہوں نے پانی کا لوٹا ہاتھ میں لیکر بیت الخلاء ...

سلہ لیکھرام اور آتمارام کا لکھا ہوا پنڈت دیانند کا جیون چرت صلا ۔ سلہ لالہ دولت رائے کا ترجمہ کیا ہوا پنڈت دیانند کا خود نوشت سوانح عمری حصہ اول ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا عذر بنایا۔

(۲) وہ ساری عمر اپنے جنم استھان اور والدین کا ٹھیک پتہ بتانے کا ساہس نہ کر سکے۔ اور اس سے ہمیشہ گریز کرتے رہے۔ اور اس کے بارے میں اپنی ۵۵ سال کی عمر میں اپنے خود نوشت سوانح عمری میں محض یہ بہانہ رقم کر گئے ہیں۔ کہ "اگر میرا کوئی رشتہ دار اس میرے حال سے آگاہی پا لیتا۔ تو وہ ضرور میرے تلاش کرنے کی کوشش کرتا۔ اور اس طرح سے ان سے دوچار ہونے پر میرا ان کے ساتھ گھر جانا لازم ہو جاتا۔ گویا کہ ایک دفعہ پھر مجھکو روپیہ پیسہ ہاتھ میں لینا پڑتا۔" حالانکہ وہ سنیاسی ہو کر بھی اور دنت وہ خود ہزاروں روپے اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور پرانے ہندو سنسکار کے موافق کوئی ہندو اپنے کسی رشتہ دار کو جو سالہا سال سے سنیاسی بنا ہوا ہو۔ اس طرح گھر واپس نہیں لے جاتا۔ اور نہ ہی کسی پچپن سال کے بوڑھے شخص کو جبراً "پکڑ" کر لے جانے کی ملک کا قانون ہی اجازت دیتا ہے۔

(۳) وہ تمباکو اور بھنگ کا استعمال فرماتے تھے چنانچہ وہ قریباً ۴۴ سال کی عمر میں بھنگ پینے کے عادی تھے۔ اور بقول خود بعض اوقات اس کے اثر سے بالکل "مدہوش" ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد بھی برسوں تک جبکہ وہ بقول خود اپنے گورو سے ویدوں کا ست گیان پا چکے تھے۔ تمباکو کھاتے اور سونگھتے رہے۔

(۴) وہ خود سنیاسی کہلا کر بھی سنیاس کے متعلق اپنی تعلیم کے خلاف امیروں کی طرح ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی بسر اور ہزاروں روپے اپنے پاس جمع کرتے رہے ہیں۔

(۵) وہ روپیہ سے بہت پیار رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے میزبانوں سے جہاں تک ممکن ہو۔ اپنے کھانے کے خرچ کے لئے نقد روپیہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اس خرچ میں اپنے نوکروں کے کھانے کے خرچ کے نام سے بھی روپیہ وصول کر کے کئی صورتوں میں اس روپیہ کو اپنے کام میں لے آتے تھے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر مراد آباد کے مشہور آریہ سماجی منشی اندرمن والے مشہور مقدمے کی امداد کے لئے ان کی اپیل پر جو فنڈ اکٹھا کیا گیا تھا۔ اس کے ہزاروں روپوں کے متعلق بھی وہ بہت افسوسناک کارروائیاں کر گئے ہیں۔

(۶) وہ ویدوں کو ایشور رچت اور سب علوم و فنون کا خزانہ کہہ کر ان کی من مانی تفسیر کرنے میں اپنی سنسکرت کی علمیت کا بہت ناواجب استعمال کر گئے ہیں۔

(۷) وہ اپنے متھرا والے گورو ورجانند جی سے ویدوں کے الہامی اور ان میں صرف ایک ایشور کی ہی اپاسنا کا ذکر ہونے کی تعلیم پانے کے مدعی ہو کر بھی اس کے بعد اپنے اس عقیدے کے خلاف کتنے ہی عرصہ تک "شیومت" کا پرچار کرتے رہے۔

(۸) وہ جن سنسکرت کتابوں کو چاہتے تھے۔ ایشور رچت بتلانے لگ جاتے تھے چنانچہ اپنے گورو سے ویدوں کے بارے میں یہ ست گیان پا کر بھی کہ صرف چار وید ہی ایشور نے خود رچے ہیں۔ اور باقی تمام پستکیں انسانوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس کے قریباً چھ سال بعد ۴۵ سال کی عمر میں ۱۸۶۹ء میں کانپور میں انہوں نے اپنے دستخط سے سنسکرت زبان میں ایک اشتہار چھپوا کر اس میں پبلک پر اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا۔ کہ سنسکرت زبان کی پستکوں میں سے صرف چار ویدوں کی سنگتا ہی نہیں۔ بلکہ ۲۱ شاستر ایسے ہیں۔ کہ جو ایشور نے خود رچے ہیں۔

(۹) وہ عام ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے ویدوں کو آڑ بنا کر اور ان کے الہامی ہونے کے مدعی ہو کر بھی ویدوں کو الہامی نہ ماننے والے مختلف لوگوں حتی کہ ایشور کو بھی نہ ماننے والے ایک شخص کو محض پالیسی کی بنا پر آریہ سماجوں کے عہدے دار بنانے کی کوشش کرتے رہے۔

(۱۰) انہوں نے اپنے بعد آریہ سماج کا کام چلانے اور انکی جائداد کا انتظام کرنے کے لئے جو پر اپکارنی سبھا بنائی تھی۔ انہوں نے بعض ایسے شخصوں کو بھی اس کا ممبر بنایا تھا۔ کہ جو ویدوں کو ایشور رچت تو ماننا کہیں رہا۔ ایشور کو ہی نہیں مانتے تھے۔

(۱۱) وہ دوسرے مت والوں کو شکست دینے کے لئے اپنے دلی عقائد کے خلاف دکھلاوے کے لئے کسی اور مذہبی عقیدہ کو اپنا عقیدہ بتلانے کی ترکیب کو "کچھ اچھا" کہکر اپنے پیروؤں کو جو تعلیم دے گئے ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

(۱۲) ایشور اور وید ان کے اپنے اختیار میں تھے یعنی ان کے اپنے جی میں جب اور کچھ آتا تھا۔ وہ ایشور اور ویدوں کے نام سے کہہ دینے یا لکھ دینے میں کوئی سنکوچ نہیں کرتے تھے۔ مثلاً انہوں نے اپنی تصنیف ستیارتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن میں ویدک ایشور کے نام سے آریوں کے لئے اپنے مرے ہوئے پتروں یعنی بزرگوں کے سمبندھ میں شرادھ اور ترپن کرنے کی ہدایت لکھ کر اس کے سات فائدے سات دلیلوں کے ساتھ بہت تفصیل میں دیئے تھے لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اشتہار شائع کر کے یہ اعلان کیا۔ کہ شرادھ مرے ہوئے بزرگوں کے سمبندھ میں نہیں۔ بلکہ جیتے والدین وغیرہ کی محبت سے سیوا کرنے کا نام ترپن اور شرادھ ہے۔ لیکن صدق دل سے یہ قبول کرنے کی بجائے کہ شرادھ کے بارے میں ان کا پہلا خیال اب بدل گیا ہے انہوں نے صریحاً پالیسی کی بناء پر اپنے اشتہار میں یہ چھاپ دیا۔ کہ مرے ہوئے پتروں کا ترپن اور شرادھ کرنے کے بارے میں جو طویل بیان ستیارتھ پرکاش میں درج ہے۔ وہ "لکھنے اور تصحیح کرنیوالوں کی بھول سے چھپ گیا ہے"۔

اسی طرح ستیارتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن میں تو وہ لکھ گئے ہیں۔ کہ پہلے سناتن پرمیشور ہی تھا۔ جگت لیش مار بھی نہیں تھا۔ اس نے اچھا کی کہ بہت پرکار کی پرجا کو میں اتپن کروں۔ اسی چھن میں نانا پرکار کی پرجا اتپن ہو گئی +۔ مگر دوسرے ایڈیشن کے دیباچہ میں یہ لکھ کر بھی

+ پیدا

کہ صرف عبادت بہتر کی گئی ہے۔ اور آرتھ کا بھید نہیں کیا گیا ہے" اس میں یہ لکھ دیا۔ کہ پرمیشور کی طرح جیو اور پرکرتی بھی انادی ہیں۔ اور صرف ایشور سے نہیں بلکہ ان تینوں سے جگت کی اُتپتی ہوتی ہے۔

پھر وہ ستیارتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن میں تو ویدک ایشور کے حکم سے گومیدھ یگیہ کے لئے بیلوں کو چھوڑ کر بانجھ گؤوں تک کا مارنا جائز بتا گئے ہیں۔ اور وید منتروں کے حوالہ سے اپنی سنسکار ودھی نامی کتاب مطبوعہ ۱۹۱۰ء میں گوشت کا کھانا نہ صرف جائز بلکہ کئی باتوں کے لحاظ سے ضروری بتا گئے ہیں۔ مگر ستیارتھ پرکاش کے دوسرے ایڈیشن میں اس بیان کو چپ چاپ چھوڑ کر وہ گائے وغیرہ جانوروں کے گوشت کا کھانا ناجائز بتلا گئے ہیں۔

اب اگر کوئی شخص صدق دلی کی بناء پر کوئی عقیدہ رکھتا ہو۔ یا کسی بات کو جائز سمجھتا ہو۔ لیکن اس کا خیال بدل جائے۔ پر وہ صدق دلی کی بناء پر یہ اظہار کر دے۔ کہ اس کا پہلا عقیدہ بدل گیا ہے۔ یا اس بات کو اب وہ ناجائز سمجھتا ہے۔ تب اس میں اخلاقاً کوئی اعتراض کی بات نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو "رشی" اپنے شروگیہ ایشور کے نام سے پہلے ایک قسم کی اور پھر اسی ایشور کے نام سے اس کے قطعی الٹ تعلیم دے گئے ہوں۔ اس سے ایسے ایشور بھگت کے ایشور وشواش کے متعلق جو کچھ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسکی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔

(۱۳) وہ پہلے تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ممبری کے کاغذ پر دستخط کر کے اس سوسائٹی کے ممبر بنے تھے۔ مگر بعد میں الگ ہو جانے پر انہوں نے یہ ظاہر کیا۔ کہ وہ کبھی اسکے ممبر نہ بنے تھے۔

(۱۴) وہ نیوگ کے نام سے نہایت قابل اعتراض تعلیم دے گئے ہیں۔ کہ اسکی رُو سے ہر ایک عورت کے لئے شادی شدہ خاوند کے علاوہ خاص حالات میں اولاد کے غرض سے دس غیر مردوں کے ساتھ ہمبستری کی اجازت ہے۔ اور اسی طرح مرد کو بھی اپنی بیوی کے موجود ہونے پر خاص حالات میں اُسکی غیر عورت سے تعلق پیدا کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ گھر میں اولاد کی امیدوار کی ہونے پر بھی اگر کسی مرد سے "رہا نہ جائے" یا خاوند کے بیمار ہونے پر عورت سے "رہا نہ جا دے" تو اس مرد اور اس عورت کو کسی غیر عورت یا غیر مرد کے ساتھ اپنی سیری کر لینے کی کھلی اجازت ہے۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش چوتھا ایڈیشن)

(۱۵) مسٹر گاندھی کے قول کے موافق کئی دوسرے مذاہب کو سچائی کے خلاف کچھ کا کچھ ظاہر کر گئے ہیں۔

(۱۶) وہ اپنی ذاتی مثال سے آریہ سماج میں جھگڑالو پن کی بہت نقصان دہ سپرٹ پیدا کر گئے ہیں۔

سوامی دیانند صاحب کی زندگی کے مذکورہ بالا مستند واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے

(۱) انہیں حسب ضرورت خلاف واقعہ کہنے یا عذر بنا لینے سے کچھ عار نہ تھی۔

(۲) وہ مذہب کے نام پر پالیسی کو پسند کرتے تھے اور جھوٹے طریقوں سے اسکی اشاعت کر گئے ہیں۔

(۳) وہ اپنی زندگی میں خود اپنی تعلیم کے برخلاف عمل کرتے تھے۔

(۴) وہ اپنے ظاہر کردہ مذہبی عقیدے کے خلاف پرچار کرتے تھے۔

(۵) وہ بھنگ تمباکو کا استعمال کرتے تھے۔

(۶) وہ روپیہ سے پیار رکھتے تھے۔

(۷) وہ بال برہم چاری کہلا کر بھی نیوگ کو اپنے پیروؤں میں جاری کرنا پسند کرتے تھے۔

اس سے ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ وہ کس قسم کا کیریکٹر رکھتے تھے۔ اور کہاں تک وہ "رشی" اور "مہرشی" اور "آتم درشی" وغیرہ کہلانے۔ اور کسی سچے معنوں میں مذہبی سوسائٹی کے رہبر یا ہادی ہونے کے لائق سمجھے جا سکتے ہیں ❊

لوگوں کو موتیوں کا سرمہ بہت عجیب ہے

اس لئے کہ یہ علم طب کے بادشاہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کا مجرب نسخہ ہے۔ جس میں موتی ہیرہ دیگر قیمتی اور زود اثر اشیاء پڑتی ہیں۔ اور جو ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم۔ جالا۔ پھولا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ ابتدائی موتیا بند وغیرہ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے عینک کی حاجت نہیں رہتی۔ قیمت فی تولہ ۸ر۔ علاوہ محصول ڈاک تصدیق کے لئے ایک تازہ شہادت ملاحظہ ہو۔

افسر شفاخانہ جات کی شہادت: مولانا الحکیم محمد اسحاق صاحب سابق افسر شفاخانہ جات انگریزی یونانی قادیان حال سینئر پروفیسر احمدیہ کالج لکھتے ہیں۔ کہ مجھے ککروں کی شکایت مدت سے تھی۔ رات کو کتاب مطالعہ سے خارش۔ چبھن۔ پانی بہنا۔ یہ عوارض زور پکڑ جاتے تھے۔ مکرمی جناب شیخ محمد یوسف صاحب کے موتیوں کے سرمہ سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر کارخانہ موتیوں کا سرمہ۔ دفتر نور۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور

علمی لوٹ

آج کل نور کا فنڈ بہت کمزور ہے۔ لہٰذا صرف تھوڑے عرصہ کے لئے حسب ذیل معرکۃ الآراء ۱۳ کتب کا سٹ جس نے آریہ سماج کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے بجائے ۵ر کے ۲ر اور محصولڈاک ۱۲ ار کل ۲ر ۱۵ ار کو ملے گا۔ ہندو دھرم کی حقیقت۔ آریہ مذہب کی حقیقت۔ پروفیسر رام دیو کا جواب۔ ہندو دھرم و سوراج۔ تحفہ گائے پر تنقیدی نظر۔ باوا نانک کا مذہب۔ ست اپدیش۔ سکھ و اذان۔ اذان کا گورمکھی ترجمہ۔ گورو کی بانی۔ مسلمانوں کے احسان سکھوں پر۔ حضرت مسیح موعود کا ذکر۔ جھوک مہدی۔ جلدی درخواست کریں۔ پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر نور۔ نور بلڈنگ۔ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور